فتاویٰ امن پوری (قسط۱۴۳)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): فرشتوں کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

(جواب): اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے کہ فرشتوں کا وجود ثابت ہے، ان پر ایمان لانا واجب ہے۔قرآن وحدیث ، اجماع امت اس پر دلیل ہیں، عقلی طور پر بھی فرشتوں کا وجود محال نہیں۔فرشتے غیبی مخلوق ہیں،ان پر ایمان، ایمان بالغیب ہے، یہ لطیف مخلوق ہیں،نور سے تخلیق ہوئے ہیں، یہ انسانوں اور جنوں سے پہلے موجود تھے۔اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے مقرب بندے قرار دیا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے ،اللہ انہیں جو حکم دیتا ہے، اسے بجالاتے ہیں،اللہ تعالیٰ نے انہیں بعض اُمور پر مامور کیا ہے،ان کا زمین پر اترنا اور آسمان پر چڑھنا ثابت ہے،ان میں سے بعض حاملین عرشِ الٰہی ہیں، وہ اس کے اردگرد اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتے ہیں، سارے کے سارے فرشتے اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں، نیز اہل ایمان کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں، یہ صبح وشام اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہتے ہیں،ان پر ہر وقت خشیت الٰہی اور خوف الٰہی طاری رہتا ہے۔

فرشتے محض ارواح نہیں، بلکہ مجسم مخلوق ہیں، البتہ انہیں کھانے پینے کی حاجت نہیں ہوتی، ان کے دلوں اور پروں کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے۔ یہ عقل رکھتے ہیں، جو فرشتوں کی عقل کا انکار کرے، وہ خود بے عقل ہے۔مشرکین مکہ فرشتوں کے بارے میں یہ بدعقیدگی رکھتے تھے کہ یہ اللہ کی بیٹیاں ہیں اور انہیں اللہ کے ہاں سفارشی بناتے تھے۔

انبیائے کرام علیہم السلام نے بعض فرشتوں کو دیکھا ہے، بعض صلحا نے بھی فرشتوں کو دیکھا ہے، جیسا کہ سیدہ مریم علیہا السلام نے جبریل علیہ السلام کو انسانی شکل میں دیکھا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل امین علیہ السلام کو ان کی اصلی شکل وصورت میں بھی دیکھا تھا۔ فرشتوں کی صفات قرآن وحدیث میں ثابت ہیں۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا﴾ (النّساء : ١٣٦)

''جو بھی اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور روز آخرت کا انکار کرے، یقیناً وہ پرلے درجے کا گمراہ ہے۔''

❁ علامہ رازی رحمہ اللہ (٦٠٦ ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الدَّلَائِلُ النَّقْلِيَّةُ فَلَا نِزَاعَ الْبَتَّةَ بَيْنَ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ فِي إِثْبَاتِ الْمَلَائِكَةِ، بَلْ ذٰلِكَ كَالْأَمْرِ الْمُجْمَعِ عَلَيْهِ بَيْنَهُمْ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ .

''کتاب وسنت کے دلائل سے ثابت ہے کہ فرشتوں کے وجود پر انبیائے کرام علیہم السلام کے مابین کوئی اختلاف نہیں، بلکہ یہ ان کا اجماعی مسئلہ ہے، واللہ اعلم!''

(تفسير الرّازي : 385/2، تفسير نيشابوري :214/1)

❁ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ (٨٠٤ھ) فرماتے ہیں:

يَجِبُ الْإِيمَانُ بِجَمِيعِ مَلَائِكَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى، فَمَنْ ثَبَتَ تَعْيِينُهٗ

كَجِبْرِيلَ وَمِيكَائِيلَ وَإِسْرَافِيلَ وَجَبَ الْإِيمَانُ بِهٖ، وَمَنْ لَمْ يَثْبُتْ آمَنَّا بِهٖ إِجْمَالًا، وَكَذٰلِكَ الْأَنْبِيَاءُ وَالرُّسُلُ، وَمَا ثَبَتَ مِنْ ذٰلِكَ بِالنَّصِّ وَالتَّوَاتُرِ كَفَرَ مَنْ يَكْفُرُ بِهٖ .

''اللہ تعالیٰ کے سارے کے سارے فرشتوں پر ایمان لانا واجب ہے۔جن فرشتوں کی تعیین ثابت ہے، مثلاً جبریل، میکائیل اور اسرافیل، تو ان پر معین ایمان واجب ہے اور جن کی تعیین ثابت نہیں، ان پر اجمالاً ایمان لانا واجب ہے، جیسا کہ انبیائے کرام اور رسل علیہم السلام ہیں، (ان میں سے بعض کی تعیین ہے اور بعض کی تعیین نہیں) فرشتوں، نبیوں اور رسولوں میں سے جس کے متعلق نص اور تواتر ثابت ہے، اس کا انکار کرنے والا کافر ہے۔''

(التّوضیح لشرح الجامع الصّحیح : 174/3)

❀ نیز ایک حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

فِي الْحَدِيثِ إِثْبَاتُ الْمَلَائِكَةِ، وَالرَّدُّ عَلٰى مَنْ أَنْكَرَهُمْ مِنَ الْمُلْحِدَةِ وَالْفَلَاسِفَةِ .

''اس حدیث میں فرشتوں کے وجود کا ثبوت ہے اور ملحدین اور فلاسفہ کا رد ہے، جو فرشتوں کا انکار کرتے ہیں۔''

(التّوضیح لشرح الجامع الصّحیح : 232/2)

❀ علمائے احناف کا فتویٰ ہے:

رَجُلٌ عَابَ مَلَكًا مِّنَ الْمَلَائِكَةِ كَفَرَ .

''جو شخص کسی فرشتے پر عیب جوئی کرے، وہ کافر ہو جاتا ہے۔''

(فتاویٰ عالمگیری: 266/2، مَجمع الأنهر لشيخي زادة :692/1)

فرشتوں کے وجود پر ایمان لانا، ایمان کے چھ ارکان میں سے ہے۔ فرشتوں کا انکار ملحدین اور فلاسفہ کرتے ہیں، اہل سنت والجماعت فرشتوں کے وجود وصفات کو مانتے ہیں، ان پر ایمان رکھتے ہیں، ان میں سے ایک فرشتے کا انکار بھی کفر ہے۔

❁ لغوی امام، علامہ، الخلیل بن احمد، فراہیدی رحمہ اللہ (۱۷۰ھ) فرماتے ہیں:

اَلْجَسَدُ لِلْإِنْسَانِ، وَلَا يُقَالُ لِغَيْرِ الْإِنْسَانِ جَسَدٌ مِنْ خَلْقِ الْأَرْضِ، وَكُلُّ خَلْقٍ لَا يَأْكُلُ وَلَا يَشْرَبُ مِنْ نَحْوِ الْمَلَائِكَةِ وَالْجِنِّ مِمَّا يَعْقِلُ فَهُوَ جَسَدٌ .

''انسانی وجود کو ''جسد'' کہا جاتا ہے، انسان کے علاوہ کسی زمینی مخلوق کے لیے ''جسد'' کا لفظ نہیں بولا جا سکتا، اسی طرح جس ذی عقل مخلوق کو کھانے پینے کی احتیاج نہیں، جیسے فرشتے اور جنات، ان کے وجود کو بھی ''جسد'' کہتے ہیں۔''

(العَين : 47/6)

سوال: کیا سیدنا آدم علیہ السلام نے تخلیق کے بعد فرشتوں کو سلام کیا تھا؟

جواب: تخلیق کے بعد آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ فرشتوں کو سلام کہیں۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَمَّا خَلَقَهُ قَالَ : اذْهَبْ فَسَلِّمْ عَلٰى أُولٰئِكَ النَّفَرِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ، جُلُوسٌ، فَاسْتَمِعْ مَا يُحَيُّونَكَ، فَإِنَّهَا تَحِيَّتُكَ وَتَحِيَّةُ ذُرِّيَّتِكَ، فَقَالَ : السَّلَامُ عَلَيْكُمْ، فَقَالُوا : السَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ، فَزَادُوهُ : وَرَحْمَةُ اللّٰهِ .

''جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تخلیق کیا، تو فرمایا: جایئے ، وہ فرشتوں کی جماعت بیٹھی ہوئی ہے، انہیں سلام کہیے اور ان کے جواب کو غور سے سنیے گا، وہی آپ اور آپ کی اولاد کا سلام ہوگا، تو آدم علیہ السلام (گئے اور) السلام علیکم کہا، فرشتوں نے جواب میں ''السلام علیک ورحمۃ اللہ'' کہا، فرشتوں نے جواب میں ''ورحمۃ اللہ'' کا اضافہ کیا۔''

(صحيح البخاري: 6227)

سوال: ملک الموت ہر آن میں ہزاروں لاکھوں جانیں کیسے قبض کر لیتے ہیں؟

جواب: روح قبض کرنے پر ملک الموت مامور ہیں، نیز قرآن کریم میں ان معاونین کا بھی ثبوت ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُونَ﴾

(الأنعام: ٦١)

''جب تم میں سے کسی پر موت (کی گھڑی) آتی ہے، تو ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے بغیر کمی بیشی کے (وقت مقررہ پر) اس کی روح قبض کر لیتے ہیں۔''

❁ قرآن کریم میں ہے:

﴿وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُو أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنْفُسَكُمُ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ﴾

(الأنعام: 93)

''اگر آپ اس وقت کو دیکھیں کہ جب ظالم لوگ موت کی تلخیوں میں ہوں گے، فرشتے ان کی طرف ہاتھ بڑھائیں گے (اور کہیں گے) تم اپنی جانیں نکالو، آج تمہیں رسوا کن عذاب دیا جائے گا، بوجہ کہ تم اللہ پر ناحق جھوٹ باندھتے رہے اور اس کی آیات سے تکبر کرتے رہے۔ (تو یہ بڑا ہولناک منظر ہوگا۔)''

❀ اسی طرح ایک جگہ بیان ہوا:

﴿وَلَوْ تَرٰی إِذْ یَتَوَفَّی الَّذِینَ کَفَرُوا الْمَلَائِکَةُ یَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِیقِ﴾(الأنفال : 50)

''اگر آپ اس وقت کو دیکھیں کہ جب فرشتے کفار کی جان نکالیں گے، ان کے منہ اور پیٹھ پر ماریں گے (اور کہیں گے) آگ کا عذاب چکھو۔ (تو آپ بڑا ہولناک منظر دیکھیں گے۔)''

(سوال): کیا پل صراط کی حقیقت ہے؟

(جواب): اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے کہ پل صراط کی حقیقت ہے۔ ملحدین پل صراط کو مجاز پر محمول کرتے ہیں۔ ہر دور کے علمائے حق نے ان کا رد کیا ہے۔

❀ علامہ ابو عبداللہ قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

مَا ذَکَرَهُ الْقَائِلُ مَرْدُودٌ بِمَا ذَکَرْنَا مِنَ الْأَخْبَارِ، وَأَنَّ الْإِیمَانَ یَجِبُ بِذٰلِكَ، وَأَنَّ الْقَادِرَ عَلٰی إِمْسَاكِ الطَّیْرِ فِي الْهَوَاءِ قَادِرٌ عَلٰی أَنْ یُمْسِكَ عَلَیْهِ الْمُؤْمِنَ فَیُجْزِیهِ أَوْ یُمْشِیهِ وَلَا یُعْدَلُ عَنِ الْحَقِیقَةِ إِلَی الْمَجَازِ إِلَّا عِنْدَ الْاِسْتِحَالَةِ وَلَا اسْتِحَالَةَ

فِي ذٰلِكَ، لِلْآثَارِ الْوَارِدَةِ فِي ذٰلِكَ وَثُبَاتِهَا بِنَقْلِ الْأَئِمَّةِ الْعُدُولِ:
﴿وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُورًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُورٍ﴾

''جو اعتراض ذکر کیا گیا ہے، اس کا رد ہماری ذکر کردہ احادیث سے ہو جاتا ہے، پل صراط پر ایمان لانا واجب ہے۔ جو ذات فضا میں پرندوں کو ٹھہرا سکتی ہے، وہ اس پر بھی قادر ہے کہ مؤمن کو (اس کے برے اعمال کے بدلے میں) پل صراط پر روک لے اور اس کی سزا دے یا اسے (اس کے اچھے اعمال کے بدلے میں صحیح سلامت) گزار دے۔ حقیقت سے مجاز کی طرف اسی وقت جایا جاتا ہے، جب اسے حقیقت پر رکھنا محال ہو، جبکہ یہاں حقیقت پر ماننا محال نہیں ہے، کیونکہ اس بارے میں (صحیح) احادیث مروی ہیں اور عادل ائمہ نے انہیں نقل کیا ہے۔ باقی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُورًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُورٍ﴾ ''جس کے لیے اللہ تعالیٰ نور نہ بنائے، اس کے لیے کوئی نور نہیں۔''

(التّذكرة بأحوال الموتىٰ، ص 758)

سوال: سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
إِذَا قَامَ الْإِمَامُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ، فَإِنْ ذَكَرَ قَبْلَ أَنْ يَسْتَوِيَ قَائِمًا فَلْيَجْلِسْ، فَإِنِ اسْتَوٰى قَائِمًا فَلَا يَجْلِسْ، وَيَسْجُدْ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ.

''جب امام دو رکعتوں کے بعد (تشہد بیٹھے بغیر) کھڑا ہو جائے، تو اگر اسے سیدھا کھڑا ہونے سے پہلے یاد آ جائے، تو وہ (تشہد کے لیے) بیٹھ جائے اور اگر سیدھا ہو جائے، تو پھر نہ بیٹھے اور (آخر میں) سجدہ سہو کر لے۔''

(سنن أبي داود : 1036، سنن ابن ماجه : 1208، شرح مَعاني الآثار للطّحاوي : 440/1)

اس روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

جواب: روایت ضعیف ہے۔ جابر بن یزید جعفی جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔

❀ **علامہ زیلعی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:**

قَالَ صَاحِبُ التَّنْقِيْحِ : ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ .

''صاحب تنقیح (1 /187) کے مطابق جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(نصب الرّاية : 87/1)

❀ **حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں:**

ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ . **''جمہور نے ضعیف کہا ہے۔''** (طَبَقات المدلّسين : 53)

❀ **نیز لکھتے ہیں:**

ضَعِيفٌ رَافِضِيٌّ . **''ضعیف اور رافضی ہے۔''** (تقريب التّهذيب : 878)

❀ **امام ابوداود رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

لَيْسَ فِي كِتَابِي عَنْ جَابِرٍ الْجُعْفِيِّ إِلَّا هٰذَا الْحَدِيثُ .

''میری کتاب میں جابر جعفی کی صرف یہی ایک روایت ہے۔''

(سنن أبي داود، تحت الحديث : 1036)

امام طحاوی رحمہ اللہ کی سند سے ''جابر جعفی'' کا واسطہ گر گیا ہے، کیونکہ ابراہیم بن طہمان کے اساتذہ میں جابر جعفی ہے، مغیرہ بن شبل (شبیل) نہیں۔ مغیرہ بن شبل (شبیل) کے شاگردوں میں جابر جعفی ہے، مگر ابراہیم بن طہمان نہیں۔

اسی طرح طحاوی ہی کی دوسری سند میں بھی قیس بن ربیع اور مغیرہ بن شبل کے درمیان جابر جعفی کا واسطہ گر گیا ہے، کیونکہ قیس بن ربیع کے اساتذہ میں جابر جعفی ہے، مغیرہ بن شبل نہیں اور مغیرہ کے شاگردوں میں جابر جعفی ہے، قیس بن ربیع نہیں۔

(سوال): کفن تیار کر کے رکھنا کیسا ہے؟

(جواب): کفن تیار کر کے رکھا جا سکتا ہے۔

❁ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے چادر مانگی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دے دی، لوگوں نے اس شخص سے کہا کہ آپ نے چادر مانگ کر اچھا نہیں کیا، تو اس نے جواب میں کہا:

وَاللّٰهِ مَا سَأَلْتُهَا إِلَّا لِتَكُونَ كَفَنِي يَوْمَ أَمُوتُ، قَالَ سَهْلٌ : فَكَانَتْ كَفَنَهُ .

''اللہ کی قسم! میں نے یہ چادر صرف اس لیے مانگی ہے کہ اسے اپنا کفن بناؤں گا، سیدنا سہل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ چادر ہی اس کا کفن بنی۔''

(صحيح البخاري : 5810)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر انکار نہیں کیا، لہٰذا کفن تیار کر کے رکھنا مکروہ نہیں۔ عام حالات میں اس کی ضرورت پڑ جاتی ہے۔

(سوال): جمائی کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جمائی سستی اور کاہلی کی علامت ہے، یہ شیطان کی طرف سے ہے، وہ انسان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں سست کرتا ہے، جمائی سے شیطان خوش ہوتا ہے۔ جب جمائی آئے، تو منہ پر ہاتھ رکھنا چاہیے اور جتنا ممکن ہو، اس پر قابو پانا چاہیے، نیز آواز نکالنے سے

بچنا چاہیے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''چھینک کو اللہ پسند کرتا اور جمائی کو ناپسند کرتا ہے، جسے چھینک آئے وہ الحمد للہ کہے اور سننے والا ہر مسلمان «یرحمك اللّٰه» (اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے) کہے، رہی جمائی تو وہ شیطان کی طرف سے، جمائی آئے تو اسے روکنے کی حتی المقدور کوشش کریں، جب کوئی جمائی لیتا ہے تو شیطان مسکراتا ہے۔''

(صحيح البخاري : 6223)

❁ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''چھینک اللہ کی طرف سے ہے اور جمائی شیطان کی طرف سے، جب کسی کو جمائی آئے تو اسے چاہیے کہ وہ منہ پر اپنا ہاتھ رکھے اور جب بندہ ھاھا کہہ کر آواز نکالتا ہے تو وہ شیطان ہے جو اس کے پیٹ سے بولتا ہے۔''

(مسند الحمیدی : 1195، صحیحٌ)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''علمائے کرام اس کا مفہوم یہ بیان کرتے ہیں کہ چھینک کا سبب محمود و بہتر اور جسم کا ہلکا ہونا ہے جو کہ غذا اور اختلاط کی قلت کی وجہ سے ہے، یہ پسندیدہ اور محبوب عمل ہے، کیونکہ یہ شہوت نفس کو کمزور اور اطاعت کو آسان بناتا ہے اور جمائی اس کے برعکس ہے، واللہ اعلم۔''

(الأذكار، ص 269)

سوال: کیا عورت کالا لباس پہن سکتی ہے؟

جواب: عورت کالا لباس پہن سکتی ہے۔ (بخاری: ۵۸۴۵)

❁ اس پر اجماع بھی ہے۔(نیل الاوطار للشوکانی:۲/۱۱۳)

(سوال): کیا دانوں والی تسبیح کا کیا حکم ہے؟

(جواب): دانوں والی تسبیح پر ذکر کرنے میں کوئی حرج نہیں، اس سے مقصود صرف گنتی ہوتی ہے، اسی طرح گنتی کے لیے جتنے جدید آلات موجود ہیں، سب کا استعمال درست ہے۔

❁ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (۲۳۳ھ) فرماتے ہیں:

كَانَ يَحْيى مَعَهُ مِسْبَاحٌ، فَيُدْخِلُ يَدَهُ فِي ثِيَابِهِ، فَيُسَبِّحُ.

''امام یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ کے پاس تسبیح تھی۔ وہ اپنے کپڑے میں ہاتھ داخل کر کے تسبیح کرتے رہتے۔''

(تاريخ ابن معين برواية الدّوري : 314/4)

❁ علامہ ابن علان رحمہ اللہ (۱۰۵۷ھ) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں:

زَعْمُ أَنَّهَا بِدْعَةٌ غَيْرُ صَحِيحٍ.

''تسبیح کو بدعت کہنا درست نہیں۔''

(الفتوحات الرّبّانية :251/1)

❁ حافظ سیوطی رحمہ اللہ (۹۱۱ھ) لکھتے ہیں:

لَمْ يُنْقَلْ عَنْ أَحَدٍ مِّنَ السَّلَفِ وَلَا مِنَ الْخَلَفِ الْمَنْعُ مِنْ جَوَازِ عَدِّ الذِّكْرِ بِالسُّبْحَةِ، بَلْ كَانَ أَكْثَرُهُمْ يَعُدُّونَهُ بِهَا وَلَا يَرَوْنَ ذٰلِكَ مَكْرُوهًا.

''سلف اور خلف میں کسی سے بھی منقول نہیں کہ وہ تسبیح پر ذکر شمار کرنے کو منع کرتا ہو، بلکہ اکثر تسبیح پر ذکر شمار کرتے تھے اور اسے مکروہ خیال نہیں کرتے تھے۔''

(الحاوي للفتاوي : 7/2)

✿ علامہ ابن عابدین شامی حنفی رحمہ اللہ (۱۲۵۲ھ) لکھتے ہیں:

لَا بَأْسَ بِاتِّخَاذِ السُّبْحَةِ لِغَيْرِ رِيَاءٍ .

''اگر ریاکاری کی نیت نہ ہو تو آلہ تسبیح کے استعمال میں کوئی حرج نہیں۔''

(فتاویٰ شامی :650/1)

✿ علامہ عبدالرؤف مناوی رحمہ اللہ (۱۰۳۱ھ) لکھتے ہیں:

''سلف وخلف میں سے کسی سے بھی اس کا مکروہ ہونا منقول نہیں بلکہ جو شخص آلہ تسبیح کو دلجمعی، حضور قلبی، دل کی زبان کے ساتھ ذکر میں شمولیت اور ذکر کو بہت زیادہ مخفی رکھنے کے ساتھ استعمال کرتا ہے، اس کے لیے یہ مستحب بھی ہے۔ رہے وہ لوگ جو آلہ تسبیح کو استعمال کرنے میں سخت غفلت کا شکار ہیں، ان کے آلہ تسبیح کے دانوں پر زیب و زینت اور مہنگی قیمت کا رنگ غالب ہے اور وہ اسے بغیر حضور قلبی و ذہنی کے اس طرح استعمال کرتے ہیں کہ باتیں کرتے، خبریں سنتے اور آگے بیان کرتے وقت بھی اپنے ہاتھ کے ساتھ اس کے دانوں کو حرکت دیتے رہتے ہیں، ان کے دل اور زبانیں دنیاوی امور میں مشغول ہوتی ہیں، تو ان لوگوں کا یہ فعل قابل مذمت، اور قبیح ترین مکروہات میں سے ہے۔''

(فیض القدير للمناوی : 355/4)

تنبیہ:

✿ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

إِنَّهُ دَخَلَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى امْرَأَةٍ

وَبَيْنَ يَدَيْهَا نَوًى أَوْ حَصًى تُسَبِّحُ بِهِ .

''وہ رسول اللہ ﷺ کی معیت میں ایک خاتون کے پاس گئے۔ اس کے سامنے گٹھلیاں یا کنکریاں تھیں، جن پر وہ تسبیح کر رہی تھی۔''

(سنن أبي داوٗد : 1500 ، سنن الترمذي : 3568 ، مسند سعد : 88)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن غریب'' اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (۸۳۷) نے ''صحیح'' کہا ہے، نیز حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (نتائج الافکار: ۱/۸۱) نے ''حسن'' کہا ہے۔

اس روایت کی سند ضعیف ہے۔ خزیمہ نامی راوی مجہول الحال ہے۔ صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے الثقات (۶/۲۶۸) میں ذکر کیا ہے۔

سوال: کیا اذان فجر میں ''الصلاۃ خیر من النوم'' کا اضافہ عہد نبوی سے تھا؟

جواب: اذانِ فجر میں الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کے الفاظ عہد نبوی سے شامل ہیں، یہ کہنا کہ اذان میں یہ الفاظ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا اضافہ ہے محتاج دلیل ہے۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

مِنَ السُّنَّةِ إِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ فِي أَذَانِ الْفَجْرِ : حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ ، قَالَ : الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ مَرَّتَيْنِ .

''سنت سے ثابت ہے کہ جب مؤذّن اذانِ فجر میں حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کہے، تو اس کے بعد دو مرتبہ الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ کہے۔''

(سنن الدّارقطني :243/1 ، السّنن الكبرٰى للبيهقي :423/1 ، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۳۸۶) اور حافظ ضیاء مقدسی رحمہ اللہ (۲۵۹۸) نے ''صحیح'' کہا ہے، جبکہ حافظ بیہقی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

یادرہے کہ جب کوئی صحابی کسی حدیث میں مِنَ السُّنَّةِ کے الفاظ کہے،تو وہ حدیث بالاتفاق مرفوع کے حکم میں ہوتی ہے، ثابت ہوا کہ عہد نبوی میں الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کے الفاظ اذانِ فجر میں کہے جاتے تھے۔

تنبیہ:

مصنف ابن ابی شیبہ(۱/ ۱۸۹) میں ''انس'' کی تصحیف ''لیس'' سے ہوگئی ہے۔

② یہ الفاظ خود نبی اکرم ﷺ نے سیدنا ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کو سکھائے تھے۔

(سنن أبي داوٗد :501، سنن النّسائي : 634، وسندہٗ حسنٌ، والحديث صحيحٌ)

اس حدیث کوامام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۳۸۵) نے ''صحیح'' کہاہے،حافظ حازمی نے امام ابوداؤد،امام ترمذی اورامام نسائی رحمہم اللہ کی شرط پر''حسن'' کہاہے۔

(الاعتبار : 69-70)

❀ علامہ عبداللہ بن محمود بن مودود موصلی حنفی رحمہ اللہ (۶۸۳ھ) فرماتے ہیں:

تَوَارَثَتْهُ الْأُمَّةُ مِنْ لَدُنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى يَوْمِنَا هٰذَا.

''رسول اللہ ﷺ سے لےکرآج تک یہ عمل امت میں موروثی چلاآرہاہے۔''

(الاختيار لتعليل المُختار :43/1)

تنبیہ:

الصلاۃ خیر من النوم کے الفاظ اذان فجر میں کہے جائیں گے،بعض اہل علم کی رائے ہے، یہ اذان سحری میں کہے جائیں، یہ مرجوح رائے ہے، کیونکہ رات کی اذان کواذان فجر یا

اذان الغداۃ نہیں کہتے۔اس پر مزید دلائل بھی ہیں۔

تنبیہ:

❀ موطاامام مالک میں روایت ہے:

إِنَّهٗ بَلَغَهٗ أَنَّ الْمُؤَذِّنَ جَاءَ إِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ يُؤْذِنُهٗ لِصَلَاةِ الصُّبْحِ، فَوَجَدَهٗ نَائِمًا، فَقَالَ : الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ، فَأَمَرَهٗ عُمَرُ أَنْ يَجْعَلَهَا فِي نِدَاءِ الصُّبْحِ .

''(امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں) ان کو یہ بات پہنچی کہ مؤذّن سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کونماز صبح کی اطلاع دینے آیا،اس نے آپ کوسویا ہوا پایا تو کہا: الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ (نماز نیند سے بہتر ہے)،سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسے حکم دے دیا کہ صبح کی اذان میں یہ کلمات پڑھا کرے۔''

(المؤطّأ للإمام مالك :72/1)

اس روایت کو بنیاد بنا کر یہ باور کرایا جاتا ہے کہ اذان میں ان الفاظ کا اضافہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوا ہے،لیکن یہ قطعاً غلط بات ہے، کیونکہ اس روایت کی سند''ضعیف'' ہے، امام مالک رحمہ اللہ تک یہ بات پہنچانے والا نامعلوم ہے! شریعت نے ہمیں نامعلوم اور''مجہول''لوگوں کی روایات قبول کرنے کا مکلّف نہیں ٹھہرایا، بلکہ جن سے اللہ کا دین لیں،ان کا اپنا دین بھی ہمیں معلوم ہونا ضروری ہے۔

دوسری روایت میں ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسے اچھا جانا اور مؤذّن سے کہا:

أَقِرَّهَا فِي أَذَانِكَ .''یہ الفاظ اذان میں برقرار رکھیے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :208/1)

سند ضعیف ہے، اسماعیل ''مجہول'' ہے، لہٰذا دونوں روایتیں مردود اور نا قابل حجت ہوئیں۔

ثابت ہوا کہ اذانِ فجر میں الصَّلَاۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کے الفاظ سنت سے ثابت ہیں، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے مؤذّن سے فرمایا تھا کہ جب وہ فجر کی اذان میں حَيَّ عَلَی الْفَلَاحِ پر پہنچے، تو الصَّلَاۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کہے۔

(سنن الدّارقطني :250/1، ح : 935، وسندہٗ حسنٌ)

عمر رضی اللہ عنہ نے یہ الفاظ اپنی طرف سے نہیں کہے، بلکہ سنت کی پیروی میں کہے تھے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی یہ الفاظ اذان میں کہنا ثابت ہیں۔

(مصنّف ابن أبي شیبة :208/1، وسندہٗ صحیحٌ)

امام عروہ بن زبیر (مصنف بن ابی شیبہ : ۱/ ۲۰۷، وسندہ صحیح)، امام محمد بن سیرین (مصنف بن ابی شیبہ : ۱/ ۲۰۷، وسندہ صحیح) اور امام سفیان ثوری رحمہ اللہ (الصلاۃ لابی نعیم : ۲۴۸) اذان فجر میں ان کلمات کے قائل تھے۔

سوال: تحویل قبلہ سے قبل مسلمان کس طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے؟

جواب: صحابہ و تابعین سے لے کر آج تک کے مسلمانوں کا یہ اتفاقی نظریہ رہا ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد سولہ یا سترہ برس تک بیت المقدس کی طرف منہ کر نماز ادا کرتے رہے اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی آپ کی اقتدا میں اسی طرح نماز پڑھتے رہے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دیرینہ خواہش یہ تھی کہ آپ کا قبلہ مسجدِ حرام ہو، تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش پر قبلہ تبدیل کر دیا۔

سورۃ البقرۃ کی آیت (۱۴۴) میں اسی بات کا تذکرہ ہے، صحابہ و تابعین و ائمہ دین

نے اس آیت کی بالاتفاق یہی تفسیر کی ہے۔

❁ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

''علمائے امت کا اجماع و اتفاق ہے کہ قرآن میں سب سے پہلے منسوخ ہونے والا معاملہ قبلہ کا ہے، نیز ان کا اس بات پر بھی اجماع ہے کہ تحویل قبلہ والا معاملہ مدینہ میں ہوا اور رسول اللہ ﷺ کو بیت المقدس سے ہٹ کر کعبہ کی طرف نماز پڑھنے کا حکم مدینہ میں دیا گیا۔''

(التّمهيد لما في المؤطإ من المَعاني والأسانيد : 49/17)

❁ نیز لکھتے ہیں:

لَمْ يَخْتَلِفِ الْعُلَمَاءُ فِي أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَدِمَ الْمَدِينَةَ صَلّٰى إِلٰى بَيْتِ الْمَقْدِسِ سِتَّةَ عَشَرَ شَهْرًا .

''اس میں علمائے امت کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپ نے (تقریباً) سولہ ماہ بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نمازیں ادا کیں۔''

(التّمهيد لما في المؤطإ من المَعاني والأسانيد : 134/23)

سوال: غلام آزاد کرنے کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: جو شخص کسی مسلمان غلام آزاد کرے، اللہ تعالیٰ اس کے غلام کے ہر عضو کے بدلے، آزاد کرنے والے کا عضو جہنم سے آزاد کر دے گا۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ اَعْتَقَ رَقَبَةً مُسْلِمَةً، اَعْتَقَ اللّٰهُ بِكُلِّ عُضْوٍ مِنْهُ عُضْوًا مِنَ

النَّارِ، حَتّٰى فَرْجَهُ بِفَرْجِهِ .

''جو کسی مسلمان کو آزاد کرتا ہے، اللہ اس کے ہر عضو کے بدلے میں ایک عضو کو جہنم سے آزاد کر دیتا ہے، یہاں تک کہ اس کی شرمگاہ کو شرمگاہ کے بدلے (آزاد کر دیتا ہے)۔''

(صحيح البخاري : 6715، صحيح مسلم : 1509)

سوال: کیا اللہ اکبر کے علاوہ کسی کلمہ سے نماز شروع کی جا سکتی ہے؟

جواب: نماز میں صرف اللہ اکبر کہہ کر داخل ہوں گے۔ نبی کریم ﷺ ہمیشہ اللہ اکبر سے نماز میں داخل ہوتے تھے۔

❀ سیدنا ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ، اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ، وَرَفَعَ يَدَيْهِ، وَقَالَ : اللّٰهُ أَكْبَرُ .

''رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے، تو قبلہ رُخ ہوتے، رفع الیدین کرتے اور اللہ اکبر کہتے تھے۔''

(سنن ابن ماجه : 803، وسندهٗ حسنٌ)

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۵۸۷) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۸۶۵) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

❀ علامہ قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا نَصٌّ صَرِيحٌ وَحَدِيثٌ صَحِيحٌ فِي تَعْيِينِ لَفْظِ التَّكْبِيرِ .

''اللہ اکبر کے تعین میں یہ واضح نص اور صحیح حدیث ہے۔''

(تفسير القُرطبي : 176/1)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَفْتِحُ الصَّلَاةَ بِالتَّكْبِيرِ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی ابتدا اللہ اکبر سے کرتے تھے۔''

(صحيح مسلم : 498)

❁ علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّهَا لَا تَنْعَقِدِ إِلَّا بِالتَّكْبِيرِ .

''یہ دلیل ہے کہ نماز اللہ اکبر کے ساتھ ہی منعقد ہوتی ہے۔''

(كشف المشكل : 415/4)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَكَبِّرْ .

''جب آپ نماز کے لیے کھڑے ہوں، تو اللہ اکبر کہیں۔''

(صحيح البخاري : 757، صحيح مسلم : 397)

❁ علامہ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ نماز کا آغاز اللہ اکبر سے کرے۔ یہ حکم وجوبی ہے۔''

(أعلام الحديث :496/1)

❁ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي . ''میری طرح نماز پڑھیں۔''

(صحيح البخاري :631)

اس حدیث کی رو سے ہر نمازی پر فرض ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت اللہ اکبر کہے۔

❁ علامہ ابوالعباس قرطبی رحمہ اللہ (٦٥٦ ھ) فرماتے ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا قطعاً ثابت نہیں کہ آپ نے تکبیر تحریمہ یا سلام میں ان معین الفاظ کے علاوہ کوئی لفظ ادا کیا ہو، یہ الفاظ اللہ اکبر اور السلام علیکم ہیں۔''

(المُفهِم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم : 22/2)

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مِفْتَاحُ الصَّلَاةِ الطُّهُورُ، وَإِحْرَامُهَا التَّكْبِيرُ، وَانْقِضَاؤُهَا التَّسْلِيمُ.

''وضو نماز کی چابی ہے، نماز کا آغاز اللہ اکبر سے اور اختتام سلام سے ہی ہوتا ہے۔''

(السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 16/2، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ حافظ بیہقی رحمہ اللہ نے اس اثر کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(السّنن الكبرىٰ : 174/2)

❁ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اہل علم صحابہ اور تابعین کا اسی پر عمل ہے۔ سفیان ثوری، عبداللہ بن مبارک، شافعی، احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ کا بھی یہی مؤقف ہے کہ نماز کا آغاز اللہ اکبر سے ہوتا ہے۔ ''اللہ اکبر'' کے بغیر انسان نماز میں داخل نہیں ہوتا۔''

(سنن التّرمذي، تحت الحديث : 238)

❁ سعید بن حارث رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

جَهَرَ بِالتَّكْبِيرِ حِينَ افْتَتَحَ، وَحِينَ رَكَعَ، وَبَعْدَ أَنْ قَالَ : سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ.

''سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے نماز شروع کرتے اور رکوع کو جاتے وقت اور

سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہنے کے بعد (سجدے کو جاتے ہوئے بھی) بلند آواز سے اللہ اکبر کہا۔"

(السّنن الکبریٰ للبیهقي : 18/2، وسندهٗ حسنٌ)

حافظ نووی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو "حسن" کہا ہے۔

(خلاصة الأحکام :350/1)

امام عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَوِ افْتَتَحَ الرَّجُلُ الصَّلَاةَ بِسَبْعِينَ اسْمًا مِنْ أَسْمَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَلَمْ يُكَبِّرْ لَمْ يُجْزِهِ.

"اگر کوئی شخص نماز کو اللہ تعالیٰ کے ستر ناموں سے بھی شروع کرے، مگر اللہ اکبر نہ کہے، تو اسے کفایت نہیں کرے گا۔"

(سنن التّرمذي، تحت الحدیث : 238، وسندهٗ صحیحٌ)

علامہ ابن العربی رحمہ اللہ (۵۴۳ھ) فرماتے ہیں:

"لفظ تکبیر کا تقاضا ہے کہ نماز کی تکبیر تحریمہ اللہ اکبر کے ساتھ خاص ہے، نہ کہ اللہ کی تعظیم وجلال پر مبنی دیگر صفات۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس عمومی فرمان کی تخصیص ہے: ﴿وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى﴾ "اللہ کے نام کا ذکر کیا اور نماز پڑھی۔" قرآن میں موجود مطلق ذکر سے سنت کے ساتھ اللہ اکبر کی تخصیص کر دی گئی، خصوصا جب قولی حدیث کے ساتھ نبی کریم ﷺ کا فعل بھی مل جائے، کیونکہ آپ ﷺ تکبیر تحریمہ کے وقت "اللہ اکبر" کہتے تھے۔"

(المَسالك : 343/2، عارضة الأحوذي :17/1)

۞ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

''نعمان بن ثابت (ابو حنیفہ) رحمہ اللہ نے کہا: اگر کوئی شخص عربی جاننے کے باوجود فارسی میں نماز شروع کرے اور فارسی میں ہی قرأت کرے، تو اُسے کفایت کرے گا۔ امام ابو بکر (ابن منذر) رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ کفایت نہیں کرے گا، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف ہے اور اس کے بھی خلاف ہے، جو نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو تعلیم دی ہے، نیز مسلمانوں کے اجماع کے خلاف ہے، ہمارے علم کے مطابق اس مسئلہ میں کسی نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی موافقت نہیں کی۔''

(الإشراف على مَذاهب العلماء : 8/2)

۞ امام بخاری رحمہ اللہ نے باب قائم کیا ہے:

بَابُ إِيجَابِ التَّكْبِيرِ، وَافْتِتَاحِ الصَّلَاةِ.

''اللہ اکبر کے وجوب اور نماز کے آغاز کا بیان۔''

(صحيح البخاري، قبل الحديث : 732)

۞ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۹۵ھ) فرماتے ہیں:

مَقْصُودُ الْبُخَارِيِّ أَنَّ الصَّلَاةَ لَا تَفْتَتِحُ إِلَّا بِالتَّكْبِيرِ، وَلَا تَنْعَقِدُ بِدُونِهِ.

''امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ نماز اللہ اکبر سے ہی شروع ہوتی ہے اور اس کے بغیر منعقد نہیں ہوتی۔''

(فتح الباري لابن رجب : 310/6)